دِل کی گیتا
یعنی
شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ
اردو نظم میں
از
خواجہ دل محمد
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

دل کی گیتا
یعنی
شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ
اردو نظم میں
از
خواجہ دل محمد
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

دِل کی گیتا

یعنی

شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ

اُردو نظم میں

از

خواجہ دِل محمد

مرتب

مخمور سعیدی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومت ہند)

ویسٹ بلاک 1، آر. کے. پورم، نئی دہلی 066 110

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اس کی کارگزاریوں کا دائرہ کئی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے جن میں اردو کی ان علمی و ادبی کتابوں کی مکرّر اشاعت بھی شامل ہے جو اردو زبان و ادب کے ارتقا میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں اور اب دھیرے دھیرے نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارا یہ ادبی سرمایہ محض ماضی کا قیمتی ورثہ ہی نہیں، بلکہ یہ حال کی تعمیر اور مستقبل کی منصوبہ بندی میں ہماری رہنمائی بھی کرتا ہے اور اس لیے اس سے کماحقہ، واقفیت بھی نئی نسلوں کے لیے ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل ایک منضبط منصوبے کے تحت عہدِ قدیم کے شاعروں اور نثرنگاروں سے لے کر عہد جدید کے شاعروں اور نثرنگاروں تک تمام اہم اہلِ فکر وفن کی تصنیفات شائع کرنے کی خواہاں ہے تاکہ نہ صرف اردو کے اس قیمتی علمی و ادبی سرمائے کو آنے والی نسلوں تک پہنچایا جاسکے بلکہ زمانے کی دستبرد سے بھی اسے محفوظ رکھا جاسکے۔

عہدِ حاضر میں اردو کے مستند کلاسیکی متون کی حصولیابی، نیز ان کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، لیکن قومی اردو کونسل نے حتی الوسع اس مسئلے پر قابو پانے کی کوشش کی ہے۔ ''دل کی گیتا'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے کونسل قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو تحریر فرمائیں تاکہ اگلی اشاعت میں دور کی جاسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

ترتیب

"دل کی گیتا" اور خواجہ دل محمد — مخمور سعیدی — 7

گیتا اور اس کی تعلیم — خواجہ دل محمد — 15

گیتا کا منظوم ترجمہ

پہلا ادھیائے — 53

دوسرا ادھیائے — 65

تیسرا ادھیائے — 83

چوتھا ادھیائے — 95

پانچواں ادھیائے — 107

چھٹا ادھیائے — 115

ساتواں ادھیائے — 127

آٹھواں ادھیائے — 135

نواں ادھیائے — 144

دسواں ادھیائے — 153

گیارھواں ادھیائے	164
بارھواں ادھیائے	184
تیرھواں ادھیائے	189
چودھواں ادھیائے	198
پندرھواں ادھیائے	205
سولھواں ادھیائے	210
سترھواں ادھیائے	217
اٹھارھواں ادھیائے	224

"دل کی گیتا" اور خواجہ دل محمد

'شریمد بھگوت گیتا' ہندستان کا ایک روشن صحیفۂ افکار ہے جس کی دل افروز روشنی کو گزرتے ماہ و سال کی گرد دھند لانے میں ناکام رہی ہے۔ یہ جاودانی تحفہ بنی نوع انسان کو آج سے پانچ ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے ودیعت ہوا تھا۔ اتنی طویل مدت گزر جانے کے باوجود اس کی دلکشی میں کوئی کمی نہیں آئی ہے اور انسانی زندگی کے لیے اس نے جس سہ جہتی منزلِ مراد کی طرف رہنمائی کی تھی، اس کی اہمیت و افادیت آج بھی مسلّم ہے اور اس کے رمز شناس آج بھی اس سے اکتسابِ فیض کر رہے ہیں۔

گیتا کا وہ سہ جہتی پیغامِ عمل کیا ہے جو وید ویاس جی کے وسیلے اور شری کرشن کے حوالے سے ہم تک پہنچا ہے؟ اپنے فرض کا احساس و ادراک اور ادائے فرض کی خاطر ہر طرح کی جذباتی کمزوریوں کو پسِ پشت ڈال کر میدانِ عمل میں مخالف طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانا۔ گیتا کی تعلیم کا نقطۂ آغاز ہی وہ لمحہ ہے جب ارجن نے عین میدانِ جنگ میں جذبات سے مغلوب ہو کر کمان ہاتھ سے رکھ دی تھی اور انفعالی کیفیتوں نے اس مردِ جری کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ شری کرشن نے جو زندگی کی اعلیٰ ترین حقیقتوں کا عرفان رکھتے تھے، ایسے میں ارجن کی دستگیری کی، اور اسے انسانی فکر و عمل کے وہ نشیب و فراز سمجھائے جنھیں سمجھ کر اور جن پر عمل کر کے ہی کارزارِ حیات میں، جس کا دوسرا نام رزم گاہِ خیر و شر بھی ہے، سرخروئی کا پرچم بلند کیا جاسکتا ہے۔

کارزارِ حیات کو رزم گاہِ خیر و شر سمجھ کر عمل کرنا، اسی کے لیے ممکن ہے جو زندگی کی باطنی حقیقتوں سے آشنا ہو اور عمل کو عملِ محض کے طور پر قبول نہ کرتا ہو کہ عملِ محض 'شر' کا مددگار بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے شری کرشن نے ارجن کو یہ تعلیم دی کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ تمھارا قدم حق کی حمایت میں ہے، یا باطل کی؟ اگر باطل کی حمایت میں ہے تو بلاتردد واپس لے لو اور اگر حق کی رفاقت میں ہے تو پھر اس اندیشے سے بے نیاز ہو کر کہ انجام کیا ہوگا، اس راستے پر بڑھتے جاؤ اور نتیجہ اس پر چھوڑ دو جو ہم سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، جس کی نظر میں ماضی بھی ہے، حال بھی اور مستقبل بھی اور جو ہماری نیتوں کا حال بھی بخوبی جانتا ہے۔ نیتوں سے مراد ہے محرکاتِ عمل اور یہ ایک سائنٹفک حقیقت ہے کہ محرکاتِ عمل ہی کسی عمل کی قدر و قیمت متعین کرتے ہیں۔

یہیں گیتا کا وہ آخری پیغام سامنے آتا ہے جو عبودیت یا بھگتی کے جذبے کو بیدار کرنے والا ہے۔ بھگتی کیا ہے؟ ایک نادیدہ مگر ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے رہنے والی ہستی کے روبرو غیر مشروط طور پر سر جھکا دینا، اپنے تمام اعمال کو اس کی رضا کے سانچے میں ڈھال لینا مگر اپنے کسی عمل کے منطقی صلے کی جو خودغرضی پر مبنی ہو، توقع نہ کرنا۔

مذہب اور سائنس کا جھگڑا کیا ہے؟ یہی عقیدے اور منطق کا تصادم۔ مذہب تمام منطقی دلیلوں سے اوپر اٹھ کر عقیدے کو ہمارے اندر راسخ کرنا چاہتا ہے، سائنس صرف مشاہدے اور استدلال کے بل پر حیات اور کائنات کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور سمجھانے کی دعویدار ہے۔ اب غور طلب نکتہ یہ ہے کہ کیا سائنس اپنے کسی مشاہدے کو اپنا آخری مشاہدہ کہہ سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ یہ صلاحیت سائنس کے

پاس نہیں ہے جبکہ مذہب اپنے فرمودات کی ابدی معنویت اور افادیت کا دعویدار بھی ہے اور پاسدار بھی۔ ان دونوں باتوں کو اس تناظر میں دیکھیے کہ صرف پچھلی ایک صدی میں جسے سائنس کے مثالی عروج کی صدی کہا جاسکتا ہے، سائنس نے ایسے کتنے دعوے پیش کیے، جن کی وقت گزرنے پر خود ہی تکذیب بھی کردی۔ گیتا جو ایک مذہبی صحیفہ ہے، اس نے جو تعلیم آج سے ہزاروں سال پہلے دی تھی، اس کے کسی جزو سے اس کے ماننے والے آج تک دستبردار نہیں ہوئے اور گردشِ شام و سحر کے درمیاں ان کا عقیدہ آج بھی جواں ہے۔

اس منظوم صحیفہ افکار میں 18 ابواب یا ادھیائے ہیں۔ پہلے چھ میں کرم یعنی فلسفہ عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے، دوسرے چھ میں گیان یعنی عرفانِ حق کا ذکر ہے اور آخری چھ ابواب میں بھگتی یعنی عشقِ خداوندی کا بیان ہے۔ گیتا کی تعلیمات کی رُو سے 'موکش' یا نجات کی منزل تک رسائی کے لیے انسانی کردار میں کرم، گیان اور بھگتی تینوں کا امتزاج ضروری ہے۔ 'بھگوت گیتا' کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ یہ بھگوان کرشن کی زبان سے ادا ہوئی تھی۔ 'شریمد' کلمہ تعظیم ہے۔ عام عقیدے کے مطابق شری کرشن نے یہ تعلیم بکری سمت کے منگر شدی گیارس کے دن دی تھی۔ اس دن بھگوت گیتا کی جنم بھومی کوروکشیتر (ہریانہ) میں ہر سال گیتا جینتی بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

گیتا کے مولف مہارشی وید ویاس کے بقول یہ ویدوں کا وہ امرت رس ہے جو شری کرشن نے کوروکشیتر کے میدانِ جنگ میں استقامت اور فرار کے دو راہے پر کھڑے اور احساسِ فرض اور نجی ترجیحات کی کشمکش میں گھرے ارجن کو نوشِ جاں کرایا اور اس کی قوتِ عمل کو مضمحل کردینے والے تمام شکوک و شبہات کو اس کے دل سے

دور کر کے اسے زندگی کی سچائیوں اور ان کے تقاضوں سے آشنا کیا۔

گیتا کا بنیادی پیغام مثبت عمل کی برتری پر زور دینا اور بدی اور ناانصافی کی منفی طاقتوں کے خلاف تلوار اٹھانا ہے۔ جب ارجن اپنے قریبی رشتے داروں کو اپنی مخالف صفوں میں دیکھ کر بددلی کی حالت میں اپنا دھنش پھینک کر بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا تو شری کرشن نے اسے اس کے فرض کا احساس دلاتے ہوئے جنگ پر کمربستہ ہونے کی تعلیم دی۔ اس کے باوجود کہ مخالف صفوں میں اس کے قریبی رشتے داروں کے علاوہ اس کے گرو درونا چاریہ بھی شامل تھے، شری کرشن نے ارجن کو قائل کیا کہ حق اور باطل کی لڑائی میں نجی تعلقات کو حائل نہ ہونے دینا چاہیے۔

گیتا کے ترجمے دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اردو میں بھی اس کے تراجم ہوتے رہے ہیں لیکن خواجہ دل محمد کا یہ ترجمہ، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، میری ناقص رائے میں بھگوت گیتا کا بہترین منظوم ترجمہ ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کی مکرر سکرر اشاعت ہو۔ اولاً اس لیے کہ اس طرح بنی نوع انسان کے نام ایک ایسے پیغام کی مزید نشر و اشاعت ہوگی جو اس کی فلاح و بہبود کا داعی ہے، اور ثانیاً اس لیے کہ اس پیغام کی یہ توسیع و ترویج ایک ایسی زبان میں ہو رہی ہے جسے ماضیِ قریب کے کچھ ہنگامی حالات کی کسی بے بنیاد منطق نے ایک خاص مذہب کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔ زبانوں کی طرح ازلی اور ابدی حقیقتیں بھی کسی خاص فرقے یا ملت کی جاگیر نہیں ہوا کرتیں، یہ ان سبھی لوگوں کے لیے ودیعتِ خداوندی ہیں جو انھیں سمجھ لیں اور ان کے بے صدا تقاضوں پر لبیک کہہ سکیں۔ گیتا کی کشش بھی کسی خاص عقیدے کے پیروکاروں تک محدود نہیں، اس کا ایک ادنیٰ سا ثبوت اس

قدیم و عظیم کتاب کا یہ ترجمہ ہے جو خواجہ دل محمد کا کیا ہوا ہے، جو یہ گواہی بھی دے رہا ہے کہ کوئی زبان کسی مخصوص عقیدے کی ترجمان نہیں ہوا کرتی اور ان تمام عقائد کا اظہار کیا کرتی ہے جو اس کی جغرافیائی حدود میں اپنی زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ شری کرشن نے گیتا کی تعلیم کو 'راج وِدّیا' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ گیتا میرے دل کی آواز ہے، جو بھی اس آواز پر دھیان دے گا اور دوسروں کو دھیان دلائے گا، وہ نروان کا مستحق ہوگا۔

ہمارے بڑے قومی رہنماؤں میں گیتا کے فلسفے سے متاثر ہونے والوں میں گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔ پنڈت نہرو نے اپنی کتاب "تلاشِ ہند" میں لکھا ہے کہ "بھگوان کرشن راکھ کو چنگاری بنا سکھاتے ہیں۔ میرا جیون راکھ تھا۔ اسے چنگاری جیسی آب و تاب اور وطن کی خدمت کرنے کی جو ہمّت ملی وہ شری کرشن ہی کی دین ہے"۔ شری رادھا کرشنن کا قول ہے کہ گیتا کی تعلیم ہم تک نہ پہنچتی تو ہندستان آج کا ہندستان نہ ہوتا۔ گیتا کی بدولت ہندستان کی روح زندہ رہی۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور فارسی مثنوی "اسرارِ خودی" کے دیباچے میں شری کرشن کو ان لفظوں میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے: "بنی نوعِ انسان کی تاریخ میں شری کرشن کا نام ہمیشہ ادب اور احترام سے لیا جائے گا۔ اس عظیم شخصیت نے ایک نہایت دلفریب پیرائے میں پیغامِ عمل دیا ہے جو اقتضائے فطرت ہے اور استحکامِ زندگی کا ضامن"۔

گیتا کی تفسیریں بھی لکھی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں شنکر آچاریہ کی تفسیر بہترین ہے مگر وہ سنسکرت میں ہے اس لیے کم ہی لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں مہاتما گاندھی کی تفسیر "گیتا ماتا"، شری اربندو کی "گیتا پر مضامین" اور آچاریہ ونوبا بھاوے

کی "گیتا پروچن" کافی مقبول ہوئی ہیں۔

گیتا کے زیرِ نظر منظوم متن کے پیش کار خواجہ دل محمد 1884 میں لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور 1961 میں وہیں کی خاک کے پیوند ہوئے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم.اے. کی ڈگری لی اور جولائی 1907 میں اسلامیہ کالج، لاہور میں ریاضی کے لکچرر مقرر ہوئے۔ وہ زندگی بھر اسی کالج سے منسلک رہے۔ آخر میں اس کالج کے پرنسپل بنے اور 1944 میں اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور سنڈیکیٹ کے رکن اور مسلسل 20 سال تک لاہور میونسپلٹی کے رکن بھی رہے۔ لاہور کی ایک بڑی سڑک ان کے نام سے موسوم ہے۔

ایک اچھے شاعر اور قابل ریاضی داں کا ایک ہی شخصیت میں جمع ہو جانا آسان نہیں۔ لیکن خواجہ دل محمد اس یکجائی کی ایک مثال تھے۔ انھوں نے ریاضی کی 32 درسی کتابیں قلم بند کیں اور "گیتا" کو اردو نظم کا جامہ پہنانے کے علاوہ سورۂ فاتحہ کی منظوم تفسیر "روحِ قرآن" کے نام سے لکھی۔ انھوں نے آسان زبان میں بچّوں کے لیے بہت سی نظمیں لکھی ہیں، جن میں سے بعض درسی کتابوں میں بھی شامل ہوئیں۔

"دل کی گیتا" جو پہلی بار لاہور سے شائع ہوئی تھی، خواجہ دل محمد کا ایسا کارنامہ ہے جس کی قدر و قیمت ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ کتاب کا دیباچہ جو انھوں نے "گیتا اور اس کی تعلیم" کے عنوان سے رقم کیا ہے، گیتا کی تعلیمات اور اس کے پیش کردہ فلسفۂ عمل سے ان کی دلچسپی ہی کو نہیں گہری واقفیت کو بھی ظاہر کرتا ہے، ترجمے سے بھی ان کے گہرے انہماک کا اندازہ ہوتا ہے۔ ترجمے میں بہت سے مقامات پر کثیرالمعانی الفاظ آئے ہیں اور اس وجہ سے معنیٔ مطلوب تک پہنچنے میں قاری کو دشواری پیش آسکتی ہے۔ خواجہ صاحب نے ایسے تمام مقامات پر حاشیے میں وہ معنی

درج کر دیے ہیں جو وہاں مطلوب ہیں۔ جہاں جہاں انھوں نے ضروری سمجھا ہے مطالب کی تفسیر و توضیح بھی حواشی میں کرتے گئے ہیں — مقدّمے میں 'گیتا' کی بنیادی تعلیمات کا ذکر انھوں نے اس اختصار اور جامعیّت کے ساتھ کیا ہے کہ دریا کو کوزے میں سمو دینے کا محاورہ اس پر حرف بہ حرف صادق آتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا "دل کی گیتا" کا پہلا ایڈیشن لاہور سے خواجہ صاحب کی زندگی میں شائع ہوا تھا، اس کے اور بھی کئی ایڈیشن نکلے۔ آخری بار یہ کتاب ان کی وفات کے کئی برس بعد بزمِ ادب فرید آباد کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس کا متن نسخہِ اوّل پر مبنی تھا اور اس کے شروع میں ایک مختصر، پیش لفظ کا، جو راقم الحروف کا تحریر کردہ تھا اور آخر میں ایک مختصر تعارفی تحریر کا، جو جناب صابر ابوہری کے قلم سے تھی، اضافہ کر دیا گیا تھا۔ اب یہ نسخہ بھی نایاب ہے — زیرِ نظر نسخے کی تیاری میں انھی دونوں نسخوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

میں قومی اردو کونسل کے فعّال ڈائرکٹر اور اردو کی ہمہ جہت ترقی کے لیے سرگرمی سے کوشاں ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں، جنھوں نے اس کتاب کی اشاعتِ نو کا سر و سامان کیا اور جن کی قدر افزائیاں میری طرح دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی کام کرنے کا حوصلہ بخشتی رہتی ہیں۔

مخمور سعیدی

نئی دہلی

10 مارچ 2004ء

گیتا اور اس کی تعلیم

عرفان کی پھول مالا

'شریمد بھگوت گیتا' دنیا کی قدیم روحانی کتابوں میں بے نظیر اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا مضمون شری کرشن جی مہاراج کا وہ اپدیش ہے جو انھوں نے ارجن کو کوروکشیتر کے میدان میں مہابھارت کی جنگ کے وقت دیا۔ جس میں انھوں نے بتایا ہے، انسان کیا ہے، روح کیا ہے، خدا کیا ہے، بھگتی اور وصالِ باری کیوں کر حاصل ہو سکتے ہیں، انسان کے فرائض کیا ہیں، نشکام کرم یعنی بے لوث عمل کا کیا درجہ ہے۔ یہ عرفانی مضمون سنسکرت کے سات سو شلوکوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر شلوک معرفت کا رنگین پھول ہے۔ انھی سات سو پھولوں کی مالا کا نام 'گیتا' ہے۔

یہ مالا کروڑوں انسانوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے لیکن تاحال اس کی تازگی، اس کی نفاست، اس کی خوشبو میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ پھول اُس باغ سے چنے گئے ہیں، جس کا نام گلشنِ بقا ہے، جسے آبِ حیات نے سینچا ہے اور جس پر حُسن کی اُس ملکہ کا راج ہے، جس کا نام حقیقت ہے۔

اِس پھول مالا میں عجب خوشبو ہے اور اس خوشبو میں عجب تاثیر۔ اس مالا کو پہنو تو دل و دماغ پر لاہوتی تاثرات چھا جاتے ہیں اور کائنات کے ذرّے ذرّے میں آفتاب جھلکنے لگ جاتے ہیں۔ ہر خار پھول بن جاتا ہے اور ہر پھول فردوسِ نگاہ۔عالم تمام تجلّی گاہِ ربانی نظر آنے لگتا ہے۔ جسم کا تودۂ خاکی نور کی مورت بن جاتا ہے۔ دل پر ایک روحانی سکون چھا جاتا ہے اور اس پھول مالا کی ہر پتّی کتابِ عرفان کا ورق بن جاتی ہے۔